تار کا پتہ
"انجمن" علی گڑھ

رجسٹرڈ نمبر ایل نمبر ۹۲۲
ٹیلیفون نمبر ۲۹

ہماری زبان

انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ کا پندرہ روزہ اخبار

قیمت فی پرچہ دو آنے | سالانہ چندہ دو روپے

جلد ۱۲ || ۱۶/ اکتوبر ۱۹۵۳ء | ایڈیٹر قاضی عبدالغفار | ۷/ صفر ۱۳۷۳ھ || نمبر ۴۴

دلی اور اردو

اردو زبان کی یہ عجیب بد قسمتی ہے کہ جہاں جہاں اس کا قدیم وطن ہے۔ وہیں وہ سب سے زیادہ اپنے مخالفوں کے حملوں کی زد میں ہے اتر پردیش میں تو اس ستم ظریفی کی یہ انتہا ہو گئی تھی کہ حکومت کے ذمہ دار وزیر بھی فرمانے لگے تھے کہ اس نام کی تو کوئی زبان ہی ہماری ریاست میں نہیں ہے لیکن وہ بات تو ساڑھے تین لاکھ دستخطوں نے ختم کر دی۔ اور اب اردو والوں کی اشک شوئی کے دوسرے پہلو اختیار کئے جا رہے ہیں۔

تازہ خبر یہ ہے کہ دہلی اسمبلی کے ایک ممبر صاحب نے ایک قانون کا مسودہ پیش کر دیا جس کا مقصد یہ تھا کہ صرف ہندی ہی کو ریاست دہلی کی سرکاری زبان مانا جائے۔ اس مسودہ کے پیش کرنے والے ایک جن سنگھی ممبر شری شیام چرن تھے اور اس کی تائید کرنے والے دو ممبروں میں ایک ہندو مہا سبھائی تھے اور دوسرے جن سنگھی۔

محرک نے بڑا زور اس بات پر دیا کہ صرف ہندی ہی وہ زبان ہے جو دہلی کی اکثریت بولتی ہے۔ گویا انھوں نے قلم برداشتہ اردو زبان اور خود دہلی کی تاریخ میں پوری پوری ترمیم فرما دی!!

خود دہلی کے ان نمائندوں نے جو اسمبلی میں موجود تھے جن سنگھ کے اس تاریخی انکشاف کے متعلق کیا کہا، اس کا ایک اچھا نمونہ دہلی حکومت کے وزیر شری گوپی ناتھ امن کی تقریر ہے جس میں انھوں نے کہا کہ زبان کے مسئلے پر بغیر کسی تعصب کے غور کرنا چاہئے۔ انھوں نے کہا کہ وہ ہندی سے محبت رکھتے ہیں لیکن وہ اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے کہ اردو ہی دہلی والوں کی عام زبان ہے۔ وہ یہیں پیدا ہوئی اور ہندی کے پریمی اس کی مخالفت کر کے نہ تو اس کو ختم کر سکتے ہیں اور نہ ہندی کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔

شری امن نے ممبروں سے کہا کہ وہ اس رواداری کی روش کو نہ بھول جائیں جو مہاتما گاندھی نے اختیار کی تھی۔ انھوں نے کہا کہ گاندھی جی ہندوستان کی قومی زبان کا نام ہندی کے بجائے ہندستانی رکھنا چاہتے تھے۔ لیکن ایک طرف تو ان کی بے وقت وفات نے اور دوسری طرف پاکستان کے اردو کو سرکاری زبان بنا لینے نے اس ملک میں اردو کے خلاف تعصبات کو بھڑکا دیا۔

شری امن نے یہ بھی کہا کہ ممبران اس بات کو نہ بھول جائیں کہ اردو زبان کے شاعروں اور اہل قلم میں ہندوؤں کی بہت بڑی تعداد ہے۔ اب بھی دہلی میں ۸۰ اردو کے اخبار اور رسالے جاری ہیں۔ اور اس کے مقابلے میں ۱۲-۱۳ ہندی کے پرچے نکلتے ہیں۔ اردو کا ایک رسالہ تو ایسا نکل رہا ہے جس کی اشاعت ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہے اور یہ اشاعت ایسی ہے جس کا مقابلہ ملک کا کوئی دوسرا رسالہ نہیں کر سکتا۔

شری امن نے کہا ہندی کو عام پسند بنانے کے لئے کسی قانون کی ضرورت نہیں وہ قدرتی طور پر بتدریج ترقی کرے گی۔

اس مسودہ قانون کی مخالفت کرنے والوں میں ایک آزاد ممبر مسٹر دلاور سنگھ بھی تھے جنھوں نے کہا کہ یہ تحریک محض اپنا پروپیگنڈہ کرنے کے لئے جن سنگھ نے اٹھائی ہے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ اس وقت بھی دہلی میں اردو کے اخبار ہندی کے اخباروں سے زیادہ عام پسند ہیں۔ اس تجویز کی مخالفت کرنے میں زیادہ تر اسمبلی کے ہندو اراکین ہی نمایاں تھے۔

باوجودیکہ یہ تحریک دلی اسمبلی میں تین ووٹ سے زیادہ حاصل نہ کر سکی لیکن اردو کے اس حقیقی وطن کے بعض گوشوں میں جو ہوا چل رہی ہے اس کا رخ اس تحریک سے یقیناً معلوم ہو گیا۔ اب دلی میں اردو کے حامیوں کو خبردار ہو جانا چاہیئے کہ یہ تحریک بار بار اٹھائی جائے گی اور دلی میں ایک مضبوط اردو دشمن محاذ قائم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ ہم نے دلی کے اردو دوستوں کو ہمیشہ یہ مشورہ دیا کہ وہ اردو کی حمایت کا کوئی ایسا نعرہ بلند نہ کریں جس سے فرقہ پرستوں میں اشتعال پیدا ہو اور یہ غلط فہمی پھیلائی جا سکے کہ اردو والے ہندی کے خلاف ہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ بغیر کسی اشتعال کے بھی دہلی میں اردو دشمنی کے جذبات جگائے جا رہے ہیں۔ کچھ تعجب نہیں کہ دلی کے فرقہ پرستوں کو یہ عادت اپنے اتر پردیش کے پڑوسیوں سے ملی ہو!

بڑی مشکل یہ ہے کہ فرقہ پرست جماعتوں کی طرف سے اب اس قسم کے مختلف جھگڑے کھڑے کئے جاتے ہیں جن کا مقصد تنہا اقلیت ہی کو پریشان کرنا نہیں ہوتا بلکہ یہ بھی ہوتا ہے کہ کانگریسی حکومت کے وقار کو صدمہ پہنچایا جائے۔ اس طرح ان مسائل کی آستین میں سیاست کا سانپ پالا جاتا ہے فرقہ پرستوں کے لئے اس سے زیادہ کوئی بات تکلیف دہ نہیں کہ ملک کی موجودہ حکومت سیکولر ہونے کا دعویٰ کرتی ہے اور اقلیت پر اکثریت کے مظالم کی مذمت کرتی ہے۔ لہٰذا اس قسم کی حکومت کو کمزور کرنے کے لئے ہر پہلو اور ہر گوشے سے فتنے اٹھائے جاتے ہیں۔ ان ہی میں ایک فتنہ اردو کی مخالفت ہے جس کا زہر بعض ریاستوں میں کانگریسی قیادت کے اندر بھی پہنچ چکا ہے۔ لہٰذا اردو کے لئے تو ہر محاذ پر سینہ سپر ہونا پڑے گا۔

ہلکے ہلکے اشارے

—— معاصر صبح نے لکھا ہے کہ:۔

"ہم کب تک بے چین رہیں... ہم نے کافی عرصہ صبر کیا ہے اور اب ہمیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ہندوستان میں اس حسین اور میٹھی زبان کا کیا حشر ہونے والا ہے جس کا تصور بعض لوگوں کے لئے بھوت بن گیا ہے۔

یہ تو یاد ہو گا کہ بہت عرصہ ہوا اردو کو تسلیم کرانے کے لئے ایک یادداشت جس کے ساتھ ہندو اور مسلمانوں کے دستخطوں کا ایک محضر تھا۔ صدر جمہوریہ کی خدمت میں پیش کی گئی تھی۔ لیکن اب تک اس کا کوئی جواب نہیں ملا ہے۔

کہتے ہیں کہ تاخیر اکثر خطرناک ہوا کرتی ہے کیا ہم بھی یہی سمجھ لیں کہ جواب میں یہ غیر معمولی تساہل آخر کار اردو کے لئے خطرناک ثابت ہو گا۔ اگر ایک ایسی حکومت میں جو جمہوری سیکولر ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔ معاملات یہ صورت اختیار کر سکتے ہیں تب تو وہ بیشک سیکولر ہے!!

—— "تاخیر اکثر خطرناک ہوتی ہے" یہ بھی عقلاء کا قول ہے لیکن اس کے مقابلے میں ایک فلسفہ اور بھی ہے، یعنی

"صبر تلخ است ولیکن بر شیریں دارد"

دل اردو والوں کی آسائش اس فلسفے میں کچھ زیادہ ہو تو ابھی تو اسی پر اکتفا کیجئے کہ:۔

"ہم کا پہلی میٹھی ——— امید او بودہ بیا تند"

—— ایک نامہ نگار نے سرکاری اعداد پیش کر کے بتایا ہے کہ چھوٹا ناگپور کے علاقے میں باوجودیکہ ۷ لاکھ سے زیادہ مسلمان آباد ہیں۔ لیکن زبانوں کے جو اعداد بتلائے گئے ہیں وہاں اردو کا کہیں نام و نشان تک نہیں۔ لوگ بنگالی بولتے ہیں، ہندی بولتے ہیں، سنتھالی بولتے ہیں، لیکن نہیں بولتے تو اردو!

—— سوال یہ ہے کہ سرکاری اعداد میں اردو کہاں غائب ہو گئی؟ جواب یہ ہے کہ ہندی کے پیٹ میں سما گئی! یعنی اردو والے بھی سب ہندی والوں میں شمار کرلئے گئے تاکہ ہندی کا تناسب تمام دوسری زبانوں سے بڑھ جائے۔

—— لیکن اس کا ایک نتیجہ یہ بھی تو ہوا کہ اب مدرسوں میں اردو کی تعلیم کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا! اور غالباً حکومت کے لئے یہی سب سے زیادہ دل پسند نتیجہ ہے!!

—— ذرا غازی پور کی شاخ کے سکریٹری کا بیان پڑھئے۔ کیسے کیسے عجائب و غرائب سے معمور ہے!

—— بہر نوع یہ کہ رسید یم آسمان پیداست۔ جہاں بھی حکومت کے تازہ احکام کی بنا پر اصرار کیا جاتا ہے کہ اردو کی تعلیم کا انتظام کیا جائے وہاں اس مسئلے کو دفتری طریقوں کی طوالت میں الجھا دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ تعلیمی سال شروع ہو چکا لیکن ڈسٹرکٹ بورڈ ہنوز احکام ہی جاری کر رہا ہے کہ والدین کے بیانات لئے جائیں کہ ان کے بچوں کی مادری زبان کیا ہے۔ پھر ان بیانات کے حاصل کرنے والے ماتحت حکام احکام کی تعمیل میں جہاں تک ممکن ہوتا ہے تساہل کرتے ہیں۔ ٹیکنیک وہی پرانی ہے کہ وعدے کئے جاؤ اور انہیں پورا نہ کرو!

—— پھر ایک داؤں یہ بھی ہے کہ چھوٹی بستیوں اور دیہات میں والدین کو جو حکم دیا جاتا ہے وہی وہ لکھ دیتے ہیں اور سرکاری حکام کے لئے اردو کی تعلیم کے خلاف یہ انگوٹھے کے نشان سند بن جاتے ہیں۔

—— پھر ایک شکایہ یہ ہے کہ پہلے تو مدرسہ سے اردو داں ٹیچر کو منتقل کر دیا گیا اور اس کے بعد والدین کی درخواستوں پر حکم ہوا کہ مدرسے میں چونکہ اردو کا کوئی ٹیچر نہیں ہے اس لئے کوئی انتظام نہیں ہو سکتا!

—— کہیں ایسا ہوتا ہے کہ حکام بالا کے احکام نیچے کے دفتر کی کسی میز کی دراز میں بند ہو جاتے ہیں اور درخواست گزاروں سے کہہ دیا جاتا ہے کہ جب احکام وصول ہوں گے تو تعمیل کی جائے گی۔ ظاہر ہے کہ غریب درخواست گزار کہاں ڈائرکٹر تعلیم یا حکومت کے اعلیٰ حکام تک پہنچ کر معلوم کر سکتا ہے کہ احکام جاری ہوئے یا نہیں! کبھی کبھی تو یہ احکام محکمہ ڈاک ہی میں گم ہو جاتے ہیں!!

——— کبھی والدین اور طلبہ کی درخواستیں ہی لینے سے انکار کر دیا جاتا ہے جب تک حکام اعلیٰ کی خدمت میں عرض گزارندوں کی فریاد پہنچے، تعلیم کا ایک سال تو ختم ہی ہو جائے گا۔

——— غرض یہ کہ سیکڑوں ایسے ہتھکنڈے ہیں جو ماتحت دفاتر میں آزمائے جا رہے ہیں۔ اب اگر حکومت سے شکایت کیجئے تو کڑکتا ہوا جواب ملتا ہے کہ سب احکام جاری ہو گئے، تمام جائز مطالبات پورے کر دئے گئے

اب آگے چاہئے کیا ہو پیغمبری مل جائے!!

——— یہ اتر پردیش کے لیل و نہار ہیں!!

——— مراٹھی ادب کی کانفرنس کو مخاطب کرتے ہوئے وزیر اعظم نہرو نے فرمایا کہ "ایک زندہ زبان لافانی ہوتی ہے"۔ انھوں نے پولینڈ کی مثال دی جہاں ایک زمانے میں روسی شہنشاہیت نے ملکی زبان کو ممنوع قرار دے دیا تھا۔ لیکن وہ زندہ رہی———

——— لیکن عرض یہ ہے کہ یہ معاملہ پولینڈ کا تھا، اتر پردیش پولینڈ تو نہیں ہے!!

——— پنڈت جی نے یہ بھی فرمایا کہ "ہندستان کی بعض علاقائی زبانیں ہندی سے زیادہ بڑی ہیں اور ہندی کو سرکاری زبان قرار دینے کے یہ معنی نہیں کہ اس کو دوسری زبانوں سے بڑا سمجھا گیا ہے——— کوئی زبان دستوری فیصلے سے بڑی یا چھوٹی نہیں ہو سکتی!!"

——— اب اس کا جواب کون دے۔ سوائے شری ٹنڈن جی یا شری سمپورنانند جی کے!!

——— کیا یہ ممکن نہیں کہ پارلیمنٹ میں کوئی ایسی اتفاقی قرارداد منظور کر لی جائے کہ وزیر اعظم آئندہ زبان کے مسئلے پر کوئی تقریر نہ کریں!

انجمن کی خبریں

بنگلور بنگلور ۳۰ ستمبر حسب اعلان کل ۶ بجے کے ۵ بجے انجمن ترقی اردو (ہند) ریاست میسور بنگلور کی ایڈہاک کمیٹی کا جلسہ بہ صدارت قائد ملت جناب محمود شریف صاحب (سابق وزیر صحت حکومت میسور) مسلم ہال ہی میں منعقد ہوا جس میں حاضرین خاصی تعداد میں شریک ہوئے۔ انجمن کے ممبروں کی تعداد بڑھانے اور اس ادارے کو مستحکم اور مستقل پیمانے پر چلانے کے لئے جناب کے محمد حبیب اللہ خان صاحب جنرل سکریٹری نے تقریر کی۔

(۱) طے پایا کہ ریاست کے مختلف مقامات کے ذی اثر اصحاب کو انجمن کے رکن بننے کی ترغیب دی جائے تاکہ یہ انجمن پوری ریاست کی خاطر خواہ نمائندگی کر سکے۔

(۲) انجمن کا جلسہ عام اتوار ۱۳ نومبر ۱۹۵۵ء کو مقرر کیا گیا۔

جلسے کے اختتام پر جناب المحترم علامہ محمد عباس صاحب شوستری نے علامہ اقبال کے جاوید نامہ پر کوئی ڈیڑھ گھنٹے تک ایک بصیرت افروز تقریر کی۔

جملہ معزز حاضرین کی طرف سے حکیم الملک جناب سید غوث محی الدین صاحب نے حضرت علامہ شوستری صاحب مدظلہ کی پر مغز اور پر اثر تقریر کا دلی شکریہ ادا کیا۔

غازی پور محمد عزیز الحسن صدیقی صاحب، سکریٹری انجمن ترقی اردو غازی پور تحریر فرماتے ہیں:-

ضلع غازی پور کے وہ مقامات جہاں کے اسکولوں میں چالیس اور دس کی شرط پوری کر دی گئی ہے وہ درج ذیل ہیں——— دلو تھیا، شیخو پور، پلیا، پیری، بھتری، اسیا، مینہد، کمال پور، فتح پور اٹوا۔

مندرجہ بالا مقامات سے درخواستیں انسپکٹر آف اسکولس اور نظر الدین صاحب محکمۂ تعلیم الٰہ آباد کو بھی روانہ کی جا چکی ہیں لیکن اب تک کسی ایک جگہ بھی اردو تعلیم کا انتظام نہیں کیا گیا۔ اس سلسلے میں ایک وفد نے انسپکٹر آف اسکولس سے ملاقات کی تو انھوں نے کہا کہ ڈپٹی صاحب سے مل کر انھیں متوجہ کیا جائے۔ کیونکہ پرائمری اسکولوں کے بارے میں انھیں کو اختیارات ہیں چنانچہ ان سے بھی ملاقات کی گئی۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ ہم تحقیقات کر رہے ہیں جلد ہی اردو کی تعلیم کا انتظام کر دیا جائے گا۔

معلوم ہوا ہے کہ حال ہی میں ڈپٹی صاحبان کی ایک میٹنگ ہوئی اور اس میں انھیں مسائل پر غور و خوض کیا گیا۔ لیکن افسوس اردو تعلیم کے اجرا کے آرڈر کے بجائے ڈسٹرکٹ بورڈ کی طرف سے ایک جدید سرکلر جاری ہوا جس میں مدرسین پرائمری اسکول کو ہدایت کی گئی کہ اسکول میں تعلیم پانے والے تمام بچوں کی مادری زبان معلوم کی جائے اور فارموں پر بچوں کے والدین اور سرپرستوں سے دستخط کرائے جائیں۔ ظاہر ہے کہ تمام سرپرست تو واقف نہیں ہوں گے اور جو حشر اس سے پہلے والے صوبائی سرکلر کا ہو چکا ہے وہی اس کا بھی ہوگا۔

عام طور پر دھوکہ دیکر یا ناجائز دباؤ ڈال کر بچوں کی مادری زبان ہندی لکھوائی جائے گی۔ وقت بہت کم دیا گیا ہے کہ آسانی کے ساتھ من مانی کارروائی کے ذریعہ اردو والوں کی کوششوں پر خاک ڈالی جا سکے۔ نہایت معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ پرائمری اسکولوں میں اردو رائج کرنے کے بارے میں جو حکم آیا ہے وہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے دفتر میں پڑا ہوا ہے۔ جب ہماری طرف سے بار بار مطالبات ہوئے اور اسپیشل آفیسر کے یہاں سے ریمائنڈر آئے تو ہم سے یہ کہا گیا کہ ہم اپنے طور پر ان مقامات پر انکوائری کرا رہے ہیں۔ ادھر یہ کہہ کر مطمئن کرا دیا گیا اور دوسری طرف سرکلر جاری کر دیا گیا۔ سب ڈپٹی صاحبان اپنے اپنے حلقوں کے پرائمری اسکولوں کے مدرسین کو ہدایت فرما رہے ہیں کہ بچوں کی مادری زبان اردو نہ لکھی جائے بلکہ ہندی لکھی جائے۔ خصوصیت کے ساتھ اس حلقے میں ایک ایس، ڈی، آئی صاحب بہت سرگرمی دکھا رہے ہیں یہ گاؤں گاؤں کا طوفانی دورہ کر رہے ہیں تاکہ ان کے سرکل کے کسی گاؤں سے

اردو کے لئے دستخط ہوکر بارہ دیئے جاتے ہیں اگرچہ ان کے حلقہ کے مدرسین از خود محض ان کے خوف سے باوجود سرپرستوں کی خواہش کے اردو نہیں لکھیں گے سرکلر میں صاف لکھا ہے کہ سرپرست کے حکم سے اردو یا ہندی لکھا جائے لیکن لفظ تو ختم ہو چکا ہے۔ اور کون سنتا ہے نقار خانے میں طوطی کی آواز ؟

(۲) قصبہ زمانیہ کے جونیر ہائی اسکول میں اردو پڑھنے والے طلبا کی تعداد ہمیشہ اچھی خاصی رہی ہے۔ اب جبکہ اردو کو اختیاری مضمون کی حیثیت دے دی گئی ہے جب بھی کافی تعداد میں اردو تعلیم حاصل کرنے کے خواہش مند طلبا موجود ہیں۔ چونکہ اس سرخاکی میں چار اسلامیہ مدارس بھی ہیں۔ اس لئے درجہ ششم میں ۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۳ء تک اردو کی تعلیم برابر جاری رہی۔ زمانیہ جونیر اسکول کے اردو ٹیچر مولوی محبوب علی کا تبادلہ ایسے اسکول میں کر دیا گیا ہے جہاں اردو خواں طلبا سرے ہی سے نہیں ہیں۔ ۱۹۵۳ء سے اس اسکول میں اردو کی تعلیم طلبا اور ان کے سرپرستوں کی خواہش کے باوجود بند ہے۔ جب طلبا ہیڈ ماسٹر سے اردو تعلیم جاری کرنے کی درخواست کرتے ہیں تو جواب ملتا ہے کہ اردو کا ٹیچر نہیں ہے۔

محض اس لئے زمانیہ ہائی اسکول کے اردو ٹیچر کا تبادلہ کر دیا گیا ہے کہ وہاں اردو کی تعلیم بند ہو جائے۔ درجات ششم اور ہفتم کے چار پانچ دس طالب علموں اور ان کے سرپرستوں نے درخواست کی کہ اردو کا انتظام کیا جائے لیکن اب تک اس کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا۔ ہیڈ ماسٹر کہتے ہیں کہ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے ڈسٹرکٹ بورڈ سے آرڈر ملے تو ہم آج اردو جاری کر دیں۔ حالانکہ ان کا یہ جواب سراسر غلط ہے جبکہ پراسپکٹس اور سرکلر میں وضاحت کر دی گئی ہے کہ اختیاری مضامین میں سے طالب علم جو مضمون چاہے لے سکتا ہے تو جس طرح دوسرے مضامین کے لئے ڈسٹرکٹ بورڈ کے خاص آرڈر کی ضرورت نہیں اسی طرح اردو کے لئے بھی اجازت قطعی غیر ضروری ہے !

دیو تھا کے ۳۰ طلبہ کے سرپرستوں نے جب ہیڈ ماسٹر کو درخواستیں دیں تو اس نے لینے سے انکار کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بھی افسر اعلیٰ کا ہاتھ تھا۔

(۳) ضلع کے چند اسلامیہ پرائمری مدارس کے بند کرنے کی بھی اسکیم مکمل ہو چکی ہے۔ حالانکہ وہ اسکول ہر اعتبار سے اچھی حالت میں ہیں۔ طالب علموں کی تعداد بھی کافی ہے۔ ڈسٹرکٹ بورڈ کے ذمہ داروں کی خواہش ہے کہ ایسے اسکولوں کو پرائمری اسکولوں میں ضم کر دیا جائے۔ مثال کے طور پر کنتو اور نونہرہ کے نام پیش کئے جا سکتے ہیں گزشتہ سال موضع پوڑہ کے اسلامیہ مدرسہ کو اسی طرح بند کیا جا چکا ہے۔

مذکورہ بالا مقامات پر اس اقدام سے اردو کی رہی سہی تعلیم بھی بند ہو جائے گی۔

بمبئی انجمن ترقی اردو (شاخ بمبئی) ۱۴ اکتوبر ۱۹۵۳ء کو دس سال پورے کرے گی۔ جہاں دیتے پیمانے پر تیاری کی گئی ہے کہ دس سالگرہ شاندار طریقے سے منائی جائے۔ اس سلسلے میں جو پروگرام مرتب کیا گیا ہے اس میں اس بات کا خصوصیت سے لحاظ رکھا گیا ہے کہ اردو کی ہر دلعزیزی میں اضافہ کرنے کے لئے مناسب ماحول پیدا کیا جائے۔ پروگرام کی مختلف مدیں بچہ ۱۴ دسمبر سے شروع ہو جاتے ۱۱ ہفتے کے دنوں میں بانٹ دی گئی ہیں۔

پیر کے دن ۱۴ دسمبر کو اسکولوں کے بچوں کا اردو مضمون نویسی کا ایک مقابلہ ہوگا۔

منگل ۱۵ دسمبر کو اسکولوں کے بچوں کے مابین اردو خوش نویسی کا مقابلہ ہوگا۔

بدھ ۱۶ دسمبر کو ایک عام مباحثہ ہوگا جس میں شہر کے بہترین اہل علم حصہ لیں گے۔

جمعرات ۱۷ دسمبر کو اردو کی مقبولیت وغیرہ سے متعلق تقاریر ہوں گی جمعہ ۱۸ دسمبر کو "فلیگ ڈے" منایا جائے گا اور جھنڈے بیچ کر روپیہ اکٹھا کیا جائے گا۔

۱۹ دسمبر ہفتہ کے دن یہاں کے بہترین جلسہ گاہ سر کاؤس جی جہانگیر ہال میں ایک جلسہ ہوگا۔ اس جلسے کی صدارت کے لئے نامور قومی شخصیتوں سے خط و کتابت جاری ہے۔

مندرجہ بالا تمام مقابلے انعامی مقابلے ہیں۔ ان کے علاوہ مقالہ نگاری کا ایک مقابلہ کیا جا رہا ہے۔

اس پروگرام کی ایک اہم مد اردو مقالہ نویسی کا انعامی مقابلہ ہے۔

(۱) اس انعامی مقابلے میں بمبئی علاقے کا ہر باشندہ بلا لحاظ مذہب و ملت حصہ لے سکتا ہے۔

اس مقابلے کے لئے بمبئی علاقے کا باشندہ وہ فرد ہے جو
(۱) بمبئی علاقے کے حدود میں واقع اپنے ذاتی مکان میں رہتا ہو
(۲) بمبئی علاقے میں واقع کسی مکان کا باضابطہ کرایہ دار ہو، یا
(۳) بمبئی علاقے میں واقع کسی تعلیمی ادارے میں تعلیم حاصل کر رہا ہو
یا (۴) بمبئی علاقے میں اس کا قیام کسی مستقل پیشے، تجارت یا ملازمت کے سلسلے میں ہو۔

(۲) مقالہ مندرجہ ذیل عنوانات میں سے کسی ایک پر لکھا جانا چاہیئے
(الف) اردو ادب ہندوستانی تہذیب و تمدن کا آئینہ ہے۔
(ب) اردو شاعری کا مستقبل۔
(ج) ہندوستان کی قومی زبان کے ارتقا میں اردو کس طرح مفید ثابت ہو سکتی ہے۔
(د) اردو ادب اور وقت کے تقاضے۔
(ہ) صوبہ بمبئی میں اردو زبان کی تاریخ۔

(۳) مقالہ کم از کم پانچ ہزار الفاظ پر مشتمل ہونا چاہئے۔
(۴) مقالہ فل اسکیپ کاغذ کے صرف ایک طرف لکھا جانا چاہئے۔
(۵) کسی مقالہ نگار کے ایک سے زائد مقالے اس مقابلے میں شامل

نہیں کئے جائیں گے۔

(۶) انعام حاصل کرنے کے قابل مقالات کا تصفیہ ججوں کا ایک بورڈ کرے گا اور اس کا فیصلہ آخری اور قطعی ہوگا۔

(۷) بہترین مقالہ کے مقالہ نگار کو مبلغ یکصد روپے کی (مقالہ نگار کی انتخاب کردہ)

(الف) کتابیں بطور انعام دی جائیں گی۔

(ب) دوسرے درجے کے مقالہ نگار کو مبلغ پچاس روپے کی (مقالہ نگار کی انتخاب کردہ) کتابیں بطور انعام دی جائیں گی۔

(۸) انعام حاصل کرنے والے مقالوں کے جملہ حقوق بحق جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو (شاخ بمبئی) محفوظ ہوں گے۔

(۹) مقابلہ میں شرکت کی کوئی فیس نہیں ہوگی۔

(۱۰) انجمن ترقی اردو (شاخ بمبئی) کے عہدیدار اور مقابلہ سب کمیٹی کے اراکین اس مقابلے میں حصہ نہیں لے سکتے۔

(۱۱) انجمن ترقی اردو (شاخ بمبئی) کا کوئی عہدہ دار یا مجلس منتظمہ کا کوئی رکن ججوں کے بورڈ کا ممبر نہیں ہو سکتا۔

(۱۲) اول و دوم انعام حاصل کرنے والے مقالے انجمن ترقی اردو (شاخ بمبئی) کی دسویں سالگرہ کی تقریب کے موقع پر ۱۱ دسمبر ۱۹۵۳ء سر کاوس جی جہانگیر ہال میں مقالہ نگاروں سے پڑھوائے جائیں گے بشرطیکہ انھیں منظور ہو۔

(۱۳) انعامات مندرجہ بالا تقریب کے موقع پر تقسیم کئے جائیں گے۔

(۱۴) مقالے سربمہر لفافوں میں انجمن ترقی اردو کے صدر دفتر واقع معابو صدیق ٹیکنیکل انسٹی ٹیوشن میں ۱۵ نومبر ۱۹۵۳ء کی شام کے پانچ بجے تک پہنچ جانے چاہئیں۔ دفتر مذکور سے مقالہ کی وصولیابی کی باقاعدہ رسید دی جائے گی جس پر جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو (شاخ بمبئی) کے دستخط ہوں گے۔

(۱۵) جن مقالوں پر انعام نہیں دیا جائے گا۔ انھیں ان کے لکھنے والے انجمن ترقی اردو (شاخ بمبئی) کے صدر دفتر سے واپس لے سکیں گے۔

مظفر نگر نور الزماں قائم مقام سکریٹری شاخ مظفر نگر اطلاع دیتے ہیں کہ:۔ "انجمن ترقی اردو مظفر نگر" کے کارکنان کا ایک اجلاس ۱۰ ستمبر ۱۹۵۳ء کو بر مکان جناب قمر الزماں صاحب (خازن انجمن) زیر صدارت عالیجناب شیخ مشکور الدین احمد صاحب ایم۔ اے (صدر انجمن) منعقد ہوا۔

مرکزی انجمن کے جنرل سکریٹری کے آمدہ خط پر غور کرنے کے بعد شاخ کا ایک نمائندہ صوبائی کمیٹی کے لئے چنا گیا۔

چیئر کی طرف سے پیش کی گئی ایک تجویز کے تحت یہ طے پایا کہ انجمن ترقی اردو مظفر نگر اپنے اہتمام میں ہر ماہ ایک ادبی نشست منعقد کیا کرے گی۔ مضامین، افسانے، نظمیں پڑھی جایا کریں گی، اور ان پر بحث مباحثہ تنقید بھی ہوا کرے گی۔ اس ادبی نشست میں انجمن کے ممبروں کے علاوہ باہر کے صاحب ذوق حضرات بھی حصہ لے سکیں گے۔

علی گڑھ محمد عامر صاحب سکریٹری حلقہ ادب کلب (دہلی) مسلم یونیورسٹی تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

۲ اکتوبر ۱۹۵۳ء کو این آر ایس سی کلب مسلم یونیورسٹی (دہلی) کے حلقہ ادب کے زیر اہتمام برجستہ مختصر افسانہ نویسی کا ایک دلچسپ مقابلہ ہوا۔ سکریٹری نے دس منٹ قبل افسانہ کے پلاٹ کا اعلان کیا جس کے مقابلے میں بیس شرکوں نے حصہ لیا۔ یہ پروگرام کلب کی تاریخ میں بالکل نیا تھا۔ افسانوں میں اول اور دوم کا فیصلہ پروفیسر رشید احمد صدیقی صاحب فرمائیں گے۔

بجنور بجنور (ڈاک سے) انجمن ترقی اردو شاخ بجنور کے سالانہ جلسہ میں جو "مدینہ منزل" میں زیر صدارت جناب مولوی مجید حسن صاحب مالک اخبار مدینہ و پریسیڈنٹ میونسپل بورڈ بجنور منعقد ہوا مجلس انتظامیہ کے حسب ذیل اراکین کا انتخاب باتفاق رائے عمل میں آیا۔

صدر :۔ جناب مولوی مجید حسن صاحب مالک اخبار مدینہ و پریسیڈنٹ میونسپل بورڈ بجنور۔

نائب صدر۔ جناب سید اختر صاحب بی۔ اے۔ ایڈیٹر مدینہ۔

سکریٹری :۔ جناب سردار جلیل احمد خاں صاحب ایم۔ اے ایل ایل۔ بی وکیل بجنور۔

نائب سکریٹری۔ جناب ماسٹر محمد عمر صاحب

خازن۔ جناب ڈاکٹر بشیر احمد خاں صاحب

اراکین مجلس انتظامیہ :۔ ۱۔ جناب ڈاکٹر بشیر احمد خاں صاحب (۲) جناب مولوی محمد ظہور الحق صاحب میونسپل کمشنر (۳) جناب محمد اسحاق خاں صاحب بی۔ اے، بی۔ ٹی (۴) جناب سمیع الدین خاں صاحب ایم کام (۵) جناب شرافت حسین مرزا ایم۔ اے (۶) جناب قاضی وقار الدین ... صاحب بی۔ اے ایل۔ ایل بی وکیل (۷) جناب محمد ہاشم زماں صاحب

نمائندگان صوبائی کمیٹی

(۱) جناب مولوی عبد اللطیف صاحب ایم۔ ایل۔ اے۔

(۲) جناب سید اختر صاحب بی۔ اے ایڈیٹر مدینہ

(۳) جناب شرافت حسین مرزا ایم۔ اے

(۴) جناب سمیع الدین صاحب ایم کام

(۵) جناب سردار جلیل احمد صاحب ایم۔ اے ایل۔ ایل۔ بی۔ وکیل۔

کرنول عبد الرحمن خاں صاحب جائنٹ سکریٹری انجمن ترقی اردو کرنول لکھتے ہیں کہ:۔

۷ ستمبر ۱۹۵۳ء کو انجمن ترقی اردو شاخ کرنول کی دعوت پر مقامی اردو دوست اصحاب کا ایک جلسہ ہوا۔ صدارت مولانا غضنفر علی صاحب زیدی صدر انجمن نے فرمائی۔ اور اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ اردو کا مستقبل مایوس کن نہیں بلکہ امید افزا ہے۔ اور آثار بتا رہے ہیں کہ ملک کا جذباتی اور ہیجانی دور رو بہ انحطاط ہے ایسے سنجیدہ اور منصف مزاج اصحاب

باقی ملک میں اردو میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے ہماری اردو کو اس کا جائز حق دلانے کی تائید کی ہیں۔ اردو کو فطرتی ضرورتوں نے پیدا کیا ہے یہ زبان ملک کے اتحاد کی ہم آہنگی ہے۔ ہندوستان صدیوں سے مختلف مذاہب اور گوناگوں تہذیبوں اور زبانوں کا گہوارہ رہا ہے یہ سعادت اردو ہی کے حصے میں آئی ہے کہ اس نے وحدت کا جامہ پہنایا ہے اور ہندوستان کی نمائندہ زبان بنی۔ اردو کا خمیر جن عناصر سے مرکب ہے ان میں فراخدلی اور رواداری کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مختلف مذہبی اور غیر مذہبی خیالات اور نظریات کے جیسے بہا جواہر اس کے ادبی دامن میں چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اس وقت ملک کو قومی بنیادوں پر مضبوط کرنے کی شدید ضرورت ہے پائدار قومی حکومت کے لئے ضروری ہے کہ ملک میں اتحاد اور طبقاتی ہم آہنگی زیادہ سے زیادہ پیدا کی جائے۔

اردو کی خدمت نہ صرف انجمن ترقی اردو کا کام ہے بلکہ ایسے ہر شخص کا فریضہ ہے جس کو اردو سے تھوڑی سی بھی محبت اور دلچسپی ہے عوام میں جس قدر اردو سیکھنے میں دلچسپی لیں گے اسی قدر اردو کی بنیادیں مستحکم و مضبوط ہوتی جائیں گی۔ اسی نیک مقصد کو اپنی زندگی سمجھنے کے لئے جناب ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب وائس چانسلر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور جناب قاضی عبدالغفار صاحب جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) جیسی قابل فخر شخصیتوں کی رہنمائی میں انجمن کی شاخیں ملک کے طول و عرض میں خلوص و محبت کے ساتھ کوشاں ہیں۔

انجمن موصوف نے نوجوانوں سے اپیل کی کہ وہ عصبیات سے کنارہ کش ہو کر اردو کی خاموش اور مخلص خدمت کے لئے کمربستہ ہو جائیں ہڑبونگ اور نمائشی سرگرمیوں سے دور رہیں کیونکہ ان سے کسی تحریک کو فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ آخر میں شبینہ مدرسے کے لئے ناظم منتخب کئے گئے اور ۱۰ ستمبر کو شبینہ مدرسے کا افتتاح عمل میں آیا۔ تعلیمی کام سرگرمی سے جاری ہے طلبا کی تعداد چالیس تک پہنچ چکی ہے ان میں زیادہ تر مزدور پیشہ طبقے کے لوگ شامل ہیں۔ ایک ہندو طالب علم بھی ہیں۔ ایس۔ سی ڈی اور ہیں ایک میل کا فاصلہ طے کر کے مقررہ وقت پر مدرسے میں آتے ہیں۔

والنٹیرس اپنا کام بڑی مستعدی اور شوق سے انجام دے رہے ہیں۔ غیر تعلیم یافتہ طلبا کی سہولتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر محلہ میں ایک شبینہ مدرسے کے قیام کی تجویز بھی انجمن کے زیر غور ہے۔ امید ہے کہ کرنول کی شاخ آندھرا کے دوسرے مقامات کے لئے قابل نمونہ ہو گی۔

> جناب طالب الہ آبادی کے زیر عنوان کاٹیا تھا تو آتا جو جری — بصیرہ

اعداد کی بازیگری

چھوٹا ناگپور میں اردو اور حکومت بہار

بہار کے اعداد و شمار

اس عنوان سے حکومت نے ایک پمفلٹ شائع کروایا ہے جس میں صوبہ کے تمام ضلعجات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ہم اسی پمفلٹ سے ابھی صرف چھوٹا ناگپور کے متعلق جائزہ لے کر اردو کی پوزیشن اس کمشنری میں کیا ہے اور حکومت اردو کے لئے کیا کر رہی ہے۔

سارے چھوٹا ناگپور کی کل آبادی ۱۹۵۱ء کی مردم شماری کے مطابق ۸۱،۳۹،۰۷۱ نفوس پر مشتمل ہے ان میں مسلمانوں کی آبادی ۷،۸۲،۹۳۳ اور کرسچین لوگوں کی آبادی ۴،۹۳،۹۰۱ نفوس پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ دیگر قومیں بھی بستی ہیں جن کی زبان بنگالی، پنجابی وغیرہ ہے۔

اردو پڑھنے والوں میں اگر صرف مسلمانوں ہی کو تصور کر لیا جائے تو تقریباً سات لاکھ ہیں۔ سکھوں کی تعداد ساری ریاست میں صرف ۳،۹۰۰ ہے گجراتی ۸ ہزار ہیں مگر یہاں زبان کی فہرست شامل کی گئی ہے وہاں ۳ ہزار سکھوں اور ۸ ہزار گجراتیوں کی زبان گجراتی اور پنجابی کا تذکرہ تو کیا گیا ہے مگر ۷ لاکھ مسلمانوں کی زبان "اردو" کا کہیں نام و نشان بھی نظر نہیں آتا حالانکہ چھوٹا ناگپور میں پنجابیوں، گجراتیوں کو چھوڑ کر یہاں کی کرسچین آبادی کے نصف سے زیادہ حصہ اردو بولتے ہیں اور بازاروں میں اسی اردو زبان کے سہارے خرید و فروخت کا کام انجام دیتے ہیں۔

میں سارے بہار کی بات ابھی نہیں کہہ رہا ہوں جہاں ۴۰ لاکھ سے زیادہ صرف مسلمان بستے ہیں اور جن کی زبان حکومت اردو مانتی ہے اور اسی لئے شاید وہ فہرست میں شامل نہیں کی گئی ہے۔ اب حکومت کے ان اعداد و شمار پر غور فرمایئے جو ان کے صفحہ ۱۰ پر زبانوں کا فیصدی حساب نکال کر دکھایا ہے کہ چھوٹا ناگپور میں کونسی زبان کتنا فی صد بولی جاتی ہے۔

	کل آبادی	ہندی بولنے والے	بنگالی بولنے والے	سنتھالی بولنے والے
ہزاری باغ	۱۸،۳۷،۳۱۰	۱۶،۲۲،۳۴۴	۲۳،۳۵۲	۱۲،۳۷۰
		۸۸.۳۴٪	۱.۳٪	۱۰.۵۶٪
رانچی	۱۸،۶۱،۲۰۷	۹،۴۳،۴۲۸	۳۷،۱۸۹	دیگر ادیباسی بولیاں
		۵۱.۸۷٪	۲.۰۲٪	
سنگھ بھوم	۱۴،۸۰،۸۸۴	۶۲،۹۷۵	۸۸،۱۲۶	۲،۸۳،۵۳۴
		۴۳.۹۴٪	۲۲.۸۹٪	۴.۳٪
پلاموں	۹،۸۵،۷۶۷	۹،۱۵،۹۶۳	۳۶۳	دیگر قبائلی زبانیں
		۹۲.۹۳٪	۰.۰۳٪	

کل آبادی ہندی بولنے والے ۔ بنگلہ بولنے والے سنتھالی بولنے والے دیگر

ضلع چھوٹا ناگپور ۱۸۸۰۰۷۱ - ۲۱۵۷۸۸ - ۲۶۸۶۸۵ - ۱۵۲۲۴۴ دیگر

زبانیں ۱۴۱۶٪ - ۱۸۶۳٪ - ۱۵۱۲٪

ایسے اعداد و شمار کو سامنے رکھ کر غور فرمایئے کہ کیا اردو زبان کا چھوٹا ناگپور میں کوئی وزن نہیں ہے۔ سارے چھوٹا ناگپور کمشنری کے پانچوں ضلعوں میں تقریباً سات لاکھ صرف مسلمان بستے ہیں۔ اگر اردو کو حکومت مسلمانوں کی زبان تسلیم کرلیتی تو بھی اس کی کوئی حیثیت ہوتی۔ صرف رانچی شہر کو لیجئے۔ مسلمانوں کی آبادی تقریباً اس شہر میں ۳۵ ہزار ہے کیا ان کی تمام آبادی کے ساتھ مسلمان بھی ہندی بولتے، پڑھتے اور لکھتے ہیں۔ کس قدر افسوس ہے کہ چھوٹا ناگپور کے اردو بولنے والوں کو شمار بھی ہندی میں کر کے ہندی کو مضبوط بنانے کی نامبارک سعی کی گئی ہے۔ اس پر بھی تشبیع ما نجیم اور سنگھ بھوم میں تو اس کی پوزیشن خراب ہو گئی ہے۔

رانچی کے علاوہ چھوٹا ناگپور میں جمشید پور، پورلیا، ہجاری باغ، دھنباد، جھریا، ڈالٹن گنج وغیرہ اچھے شہر ہیں۔ جہاں کی آبادی کا نصف لوگ اردو ہی بولتے ہیں اور ان کی بازاری زبان بھی اردو ہے جس کا اس فہرست میں کوئی تذکرہ ہی نہیں کیا گیا ہے۔

چھوٹا ناگپور کے زیادہ حصوں میں خصوصاً سنگھ بھوم اور مانبھوم کے پرائمری سے لیکر ہائی اسکولوں تک بھی اردو کا نام و نشان نہیں ملتا ہے اور نہ ہی حکومت اس جانب توجہ دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بنگالیوں کے علاوہ دوسری قوموں کے بچے بنگلہ پڑھتے ہیں جس سے ان کی تہذیب بنگالی ہو جاتی ہے اس لئے کہ زبان کا اثر تہذیب پر پڑتا ہے۔ اس لئے بنگالیوں کے ساتھ ان کے سیاسی گروہوں میں دوسری قوموں کے بچے بھی شامل ہو جاتے ہیں اور اپنے ماحول سے متاثر ہو کر ایسی طرح کے نعرے لگانے لگتے ہیں جس کی بازگشت آج کل ہمارے کانوں میں آ رہی ہے۔

یہ ابھی چھوٹا ناگپور کے تمام ضلعوں کو چھوڑ کر اپنے ضلع رانچی کے متعلق جائزہ لیتا ہوں۔ کمشنری کے دوسرے ضلعوں میں اردو کی پوزیشن کیا ہے اس پر پھر کبھی انشاء اللہ روشنی ڈالوں گا۔

رانچی میں بارہ تو ہستہ ہائی اسکول ہیں۔ مگر چار گرلس ہائی اسکول بھی جن میں اردو کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ گورنمنٹ بھی گرلس اسکول چلا رہی ہے مگر مسلمان لڑکیوں کو ہندی پڑھنے پر مجبور کیا جا رہا ہے اسی کا نتیجہ ہے مسلمان بچیاں اسکول بھیجنے سے قاصر رہ جاتی ہیں کسی بھی گرلس اسکول میں اردو پڑھانے جانے کا انتظام نہیں ہے۔

یہی حال گورنمنٹ گرلس کالج کا ہے۔ جب ہائی اسکول میں اردو نہیں ہے تو بچیاں کالج تک کیونکر پہنچ سکتی ہیں۔ حد یہ ہے کہ شہر امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد وزیر معارف حکومت ہند کی تقریر ان کا کسی زمانے میں اسیر گاہ "رہ چکا ہے۔ جنابہ اسی کی سرزمین ہے کہ مسلمان بچیوں کے لئے ایک مڈل اسکول بھی نہیں ہے کہ وہ ...

گورنمنٹ کالج رانچی میں بی۔ اے آنرز کے لئے بھی اردو کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ حکومت کی توجہ اس طرف دلائی گئی کہ بی۔ اے آنرز کلاس "اردو" میں کھولا جائے مگر حکومت نے کوئی توجہ نہ کی۔ پوسٹ گریجویٹ میں ہندی سنسکرت اور انگریزی کی پڑھائی ہوتی ہے۔ جبکہ ایسے شہر میں اردو کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی ہے۔ انگریزی کی زبان بولنے والوں کی کل تعداد ۳۰ ہزار بتائی گئی ہے مگر پوسٹ گریجویٹ میں اس زبان کو جگہ دی گئی ہے اور ۳۶ ہزار انسانوں کے بولنے والی زبان کو بی۔ اے آنرز میں بھی جگہ دینے کی ضرورت ہے۔ دیکھئے اردو والوں کی منظم کوشش ہی میں چھوٹا ناگپور کے مسلمانوں کا ایک کنونشن زیر صدارت رئیس الاحرار رانچی جناب خان بہادر حبیب الرحمن صاحب بی۔ اے منعقد ہوا تھا جس میں آنرز کلاس کے لئے مسلسل یہی تجویز تھی ان کے سامنے بھی اردو کے مسائل کو رکھا گیا تھا اور بہت سے ایک وفد ڈاکٹر علی بی اے مہر آل انڈیا کانگریس کمیٹی نے بہار ناظر کو بھیجا تھا کہ اسکولوں میں اردو کی درخواستیں ردی کی ٹوکری میں ڈال دی جاتی ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے تسلی دی تھی کہ بی۔ اے آنرز کے علاوہ اردو کے مسائل پر بھی اردو کو جگہ دی جائے گی مگر ابھی تک کچھ نہ کیا گیا۔

یہی حال تمام ضلعوں کا ہے۔ چھوٹا ناگپور جیسے علاقے میں صرف پانچ کالج ہیں۔ غور فرمایئے ایک کروڑ سے زائد آبادی کے لئے صرف پانچ کالج ہیں۔

مضمون لمبا ہوتا جا رہا ہے اس لئے آخر میں اپنی صوبائی انجمن ترقی اردو سے گزارش کروں گا کہ اٹھ جایئے اور حکومت سے کم از کم اتنا پوچھئے کہ بہار کے ۲۴ لاکھ آبادی کی سب سے بڑی اقلیت نے کیا قصور کیا تھا کہ ان کو غیر زبان کے قوموں میں شمار کر لیا گیا ہے۔ نیز چھوٹا ناگپور کے کالجوں اور اسکولوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کی خاطر اردو کا انتظام کرنے کی سعی کریں۔ امید ہے کہ انجمن ترقی اردو ہند کے جنرل سکریٹری صاحب بھی اپنی توجہ اس پسماندہ علاقے کی طرف منعطف فرما کر ہماری کچھ رہنمائی کریں گے جس طرح کہ ہماری انجمن محترم جمیل انجم آبادی کی زیر قیادت کام کر رہی ہے اب کا تصور اردو مرکز والے کے نام سے ہماری زبان کی منکس ہے۔

(قمر سلطانہ جمیل)

"ہماری زبان" سے متعلق خط و کتابت کرتے وقت اور منی آرڈر سے قیمت چندہ بھیجتے وقت خریداری کا نمبر دینا ضروری ہے

(منیجر)

ایک زبان کا دوسری کو گرانیکی کوشش کرنا ناقابل معافی ہے

وزیر اعظم کے خیالات

دہلی ۔ وزیر اعظم نہرو نے مرہٹی ادب کی کانفرنس کو خطاب کرتے ہوئے ہندوستان کے اہل قلم کو ہدایت کی کہ آپس کی رقابتوں اور اس بحث میں کہ کون زبان کس زبان سے بہتر ہے اپنا وقت اور قوت ضائع کرنے کے بجائے وہ ہندوستانی زبانوں کو مالا مال کرنے پر اپنی توجہ مبذول کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ کسی قوم کے پاس کتنی ہی دولت ہو لیکن وہ ترقی نہیں کر سکتی اگر اپنے ادب کی ترقی سے بے پرواہ ہو جائے۔

پنڈت نہرو نے فرمایا کہ ہندی کو ہندوستان کی سرکاری زبان تو بنایا گیا ہے لیکن ایسا اس لئے نہیں کیا گیا کہ اور زبانوں سے اس کا درجہ خاص طور پر اونچا کر دیا جائے۔ حقیقت میں نہ صرف ہندی بلکہ ملک کی بارہ یا چودہ خاص زبانوں میں سے ہر زبان قومی ہے۔

پنڈت نہرو نے یہ بھی فرمایا کہ زبان کا انسان کی زندگی پر بہت بڑا اثر ہوتا ہے۔ زبان انسان کے عمل اور خیالات کا آئینہ ہوتی ہے بعض ملکوں میں زبان کا مسئلہ بہت زیادہ جھگڑے کی بات بن گیا تھا۔ چنانچہ روس کی قدیم شہنشاہیت میں جب اس کی حکومت پولینڈ پر قائم تھی۔ وہاں کی زبان کو ممنوع قرار دے دیا گیا تھا۔ لیکن پولینڈ کی زبان مر نہیں گئی تھی بلکہ اس نے بڑے بڑے اہل قلم پیدا کئے۔ ایک زندہ زبان لافانی ہوتی ہے خواہ کوئی حکومت کچھ ہی کرے۔ ہندوستان میں بارہ یا چودہ زبانیں ہیں۔ اور ہندی کو تمام ملک میں سرکاری کاموں کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہندی کو اور زبانوں سے اونچا کر دیا گیا ہے۔ یا وہ دوسری زبانوں کی جگہ لے گی۔ دوسری زبانوں اور ہندی کے درمیان رقابت کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ یہ بات ناقابل معافی ہوگی۔ اگر ایک زبان کے اہل قلم کسی دوسری زبان کو گرانے میں اپنی قوت ضائع کریں یہ بھی غلط ہے کہ زبانوں کو اول، دوم اور سوم قرار دیا جائے۔

پنڈت نہرو نے کہا کہ بعض صورتوں میں بہت ممکن ہے کہ مرہٹی گجراتی یا بنگالی نہیں ہندی سے بڑھ چڑھ کر ہوں۔ کوئی زبان قانون کے ذریعے سے بڑی یا چھوٹی نہیں ہو سکتی۔ زبان تو اپنی اندرونی قوت سے ترقی کرتی ہے۔

انجمن کی مطبوعات کی فہرست مفت بھیجی جاتی ہے ——— (منیجر)

انجمن ترقی اردو ہند شاخ امروہہ

ستمبر ۱۹۵۳ء سے ستمبر ۱۹۵۴ء تک

انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ امروہہ کے ممبران عمومی کی اطلاع کے لئے نیز اس غلط فہمی کو دور کرنے کی غرض سے جو بعض لوگ انجمن کے خلاف پیدا کرنے کی کوشش میں ہیں۔ یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ تقریباً تین چار سال سے انجمن بالکل ایک مردہ جماعت میں تبدیل ہو کر رہ گئی تھی۔ مستقل جمود و تعطل کے باعث لوگوں کو انجمن سے کوئی دلچسپی باقی نہیں رہی تھی اور اس کے عام جلسوں کا اور مجلس عاملہ کے جلسوں کا کورم تک پورا نہ ہوتا تھا جس کے باعث جلسے ملتوی کرنا پڑتے تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ کارکنان انجمن نے بار بار جلسے منعقد کرنا ترک کر دیئے۔ متواتر چار سال تک نہ ممبر سازی کی گئی اور نہ جدید انتخابات عمل میں آئے اور انجمن کا وجود محض برائے نام رہ گیا اس کے پاس نہ کوئی کام تھا نہ پروگرام۔ اس دوران میں انجمن کے مرکز سے الحاق کی طرف بھی کسی نے توجہ نہیں کی۔ کارکنان انجمن ممبران عمومی کی عدم دلچسپی کا اور ممبران عمومی کارکنان انجمن کی غفلت اور بے توجہی کا شکوہ کرتے تھے۔ اس لئے انجمن کے سابقہ تیمارداروں نے اس قریب المرگ مریض کو یہ سمجھ کر ہمارے سپرد کیا کہ اس کا دم کسی دوسرے طبیب کے ہاتھوں نکلے گا تو اس کی موت کے الزام سے اور اسکو دفن کرنے کی زحمت سے وہ محفوظ رہیں گے۔

ان حالات میں ۴ ستمبر ۱۹۵۳ء کو جب انجمن کا احیاء ہوا تو انجمن کے خزانچی رجسٹر پر ڈیڑھ روپے بارہ آنے کی مختصر رقم درج تھی۔ جو آج تک وصول بھی نہ ہو سکی۔ لیکن الحمد للہ کہ انجمن اب ایک تندرست و توانا جوان کی طرح میدان میں گامزن ہے۔ شاخ امروہہ مرکز سے باقاعدہ مستند الحاق حاصل کر چکی ہے اور ایک دستور کے تحت چل رہی ہے۔ جو شائع ہو چکا ہے۔ اس کے سامنے سالانہ اجلاس کا منظور کردہ پروگرام اور ایک سوچا سمجھا لائحہ عمل ہے۔ جلسۂ سالانہ میں انجمن کے تحت خواتین کا قیام عمل میں آیا جو تمام تر سرگرمیوں کے ساتھ بہ احسن وجوہ اپنے فرائض انجام دے رہا ہے۔ انجمن کے ممبروں کی تعداد چھ سو سے اوپر ہے۔ اور سال بھر کے ضروری اخراجات کے بعد انجمن کے سرمائے میں مبلغ ڈیڑھ سو روپیہ موجود ہیں۔ جو پوسٹ آفس سیونگ بینک میں محفوظ ہیں (سنہ ۵۵ء کا چندہ اس کے علاوہ ہے جو اکتوبر میں وصول کیا جائے گا) اس لئے یہ کہنا کہ انجمن تمام تر سرمایہ مقالوں کی نذر کر چکی بالکل غلط ہے۔ انجمن کے اس مختصر دور کی یہ تاریخ رہی ہے کہ اس کا کوئی جلسہ کورم پورا نہ ہونے کے باعث ملتوی نہیں کیا گیا۔ جلسہ سالانہ نے بہ اتفاق آراء ایک بجٹ بھی منظور کیا تھا۔ اسی کے مطابق عمل درآمد کیا جا رہا ہے۔ اور مجلس عاملہ ادبی اجتماعات یا یوم محسنین کا

پروگرام اپنی ذاتی خواہش کے تحت نہیں چلا رہی ہے۔ ادبی اجتماعات میں چائے پان، سگریٹ، روشنی اور فرش وغیرہ کے انتظامات اور اخراجات کا بار ہمیشہ صاحب خانہ پر رہتا ہے۔ اور انجمن ان اضافی اخراجات کے بار سے اب تک محفوظ ہے۔ ادبی اجتماعات کے سہارے لوگوں کی دلچسپی انجمن سے بڑھتی جا رہی ہے۔ آج نہ صرف شہر میں بلکہ شہر سے باہر بھی تمام ہندوستان میں انجمن کی خدمات کو سراہا جا رہا ہے اور مرکز دوسری شاخوں کے سامنے شاخ امروہہ کی مثال پیش کرتا ہے جس کو وہ "زندہ شاخ" کہہ کر پکارتا ہے۔ مختصراً انجمن نے شہر کی سماجی زندگی میں ایک نئی روح پھونک دی ہے اور علمی و ادبی ذوق میں تر و تازگی اور شگفتگی پیدا کر دی ہے۔ بعض ممبران انجمن و ہمدردان اردو کی اطلاع کے لئے یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ انجمن اپنے فرائض سے غافل نہیں ہے اور اس کی توجہ تمام ضروری امور کی طرف یکساں ہے اور وہ اپنی امکانی کوشش اور اثرات ان اغراض و مقاصد کے حاصل کرنے میں استعمال کر رہی ہے جو اردو کی ترقی اور بقا کے لئے ضروری ہیں۔ مثلاً:-

(۱) گورنمنٹ گرلس ہائی اسکول امروہہ میں اردو کی تعلیم کا انتظام جزوی طور پر کیا جا چکا ہے۔ چھٹے درجے میں اردو پڑھنے والی لڑکیاں تیس ہیں۔ لیکن ساتویں اور آٹھویں جماعتوں میں اردو کی تدریس شروع ہو چکی ہے۔ سابق لیڈی پرنسپل نے [illegible] میں نویں اور دسویں جماعتوں میں اردو کی منظوری (رکاگنیشن) کو ختم کرا دیا تھا۔ انجمن کی کوشش سے موجودہ لیڈی پرنسپل نے محکمۂ تعلیم کو ضلع انسپکٹر صاحب مرادآباد کے ذریعے ان درجات میں اردو کے رکاگنیشن کے لئے لکھ دیا ہے۔ ساتویں اور آٹھویں جماعتوں میں فی الحال دو میں سے ایک استانی اردو پڑھانے کے لئے باقاعدہ سند یافتہ نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں انجمن ضلع انسپکٹر صاحب سے خط و کتابت کر رہی ہے۔

(۲) ہندو انٹر کالج امروہہ میں نویں، دسویں، گیارھویں اور بارھویں جماعتوں میں اردو کی تعلیم ہو رہی ہے۔ چھٹے، ساتویں اور آٹھویں درجات میں اردو کے اجرا کے لئے انجمن کی کوشش اور جد و جہد کا سلسلہ برابر جاری ہے۔

(۳) جون [illegible] کو اس انجمن کے ایک وفد نے مرادآباد جا کر ظفر الدین احمد صاحب افسر اسپیشل ڈیوٹی (زبان) سے ملاقات کی اور موصوف کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ جواباً موصوف نے ہر امکانی امداد دینے کا وعدہ فرمایا۔

(۴) تصدیق ناموں کی خانہ پری کے لئے انجمن نے تمام ضروری اور اطمینان بخش اقدامات کر لئے ہیں۔ اور انجمن مطمئن ہے کہ اردو کی زبان کے فارم بھرنے کے سلسلے میں کسی بدعنوانی کا امکان باقی نہیں رہا۔

(۵) امسال جامعہ اردو کے امتحانات کے لئے بارہ فارم انجمن نے بھروائے ہیں۔ ان میں سے کئی فارم اعلیٰ امتحانات کے لئے ہیں اور اگر انجمن اسی طرح دلچسپی لیتی تو امروہہ سنٹر پر جامعہ کے اعلیٰ امتحانات میں شرکت کرنے والے امیدواروں کی تعداد معتد بہ ہو جاتی۔

(۶) طلباء میں اردو سے دلچسپی پیدا کرنے کے لئے انجمن کے سامنے ایک تحریری مقابلہ کرنے اور انعامات تقسیم کرنے کا ایک مستقل پروگرام ہے جس کے لئے جلسہ سالانہ بجٹ میں رقم بھی فراہم کر چکا ہے۔ اور جس پر بہت جلد عمل کیا جانے والا ہے۔

(۷) ۲۵ جون [illegible] سے کوئی ادبی اجتماع منعقد نہیں کیا گیا جو اس امر کی دلیل ہے کہ انجمن کی توجہ کا مرکز اس وقت دوسرے ضروری امور ہیں۔

یوم مصحفی کی افادیت اور اہمیت پر روشنی ڈالنا تحصیل حاصل ہے۔ مصحفی جتنا بڑا شاعر ہے اسی قدر دنیا نے اس کے ساتھ ناانصافی برتی ہے۔ اُنکی زندگی اور کلام کے بارے میں بڑی بڑی غلط فہمیاں پیدا کر دی گئی ہیں اور بعض لوگوں نے اس کی امروہہ کی سکونت اور وطنیت ہی سے یکسر انکار کر دیا ہے۔ امروہہ کا فرض ہے کہ ان تمام غلط فہمیوں کو دور کرے اور اتنے بڑے استاد کی یادگار منانے کے لئے ضرور ایک دن وقف کرے۔

انجمن کے جنرل سکریٹری محترم قاضی عبدالغفار صاحب نے نہ صرف اس پروگرام کو پسند کیا ہے بلکہ اس میں شرکت کا وعدہ بھی فرما لیا ہے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر خواجہ احمد فاروقی صاحب، ریڈر دہلی یونیورسٹی، ڈاکٹر مسعود حسین خاں صاحب ریڈر علی گڑھ یونیورسٹی، عرشی رام پوری، حضرت آغر لکھنوی، جناب آل احمد سرور صاحب، ریڈر لکھنؤ یونیورسٹی اور شعراء میں حضرت روش صدیقی جیسے حضرات نے شرکت اور مقالہ پڑھنے کا وعدہ فرما لیا ہے۔

بے شک دو ایک صاحبان ذاتی اغراض کی بنا پر انجمن میں پھوٹ ڈالنے کے خواہش مند ہیں۔ آج وہ یوم مصحفی اور مقالات کی مخالفت کر کر کے مخالفت کر رہے ہیں کہ ان پر خرچ زیادہ ہوتا ہے لیکن کیا یہ حقیقت ہے کہ مرکز تعلیم میں منعقد ہونے والے جلسے میں انہیں لوگوں نے اتحاد شاہ دو کی تجویز پاس کر کے انجمن کو بھی اور انجمن کو مجبور کیا کہ یوم مصحفی کے موقع پر مشاعرہ ضرور کیا جائے لیکن جاننا چاہئے کہ انجمن میں پھوٹ ڈالنے یا ممبران انجمن میں غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوئی کوشش بار آور نہیں ہو سکتی۔ انجمن اب ایک مخلص ادیبانہ ادارے کی طرح کام کر رہی ہے۔ ۱۷ر جنوری [illegible] کے سالانہ جلسے میں ممبران انجمن نے انتخابات کے ذریعے دودھ اور پانی کو الگ کر دیا تھا۔

عزیز احمد عباسی

(معتمد اعزازی انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ امروہہ)

گزشتہ اشاعت میں شاخ امروہہ کے متعلق چند صاحب کے نام سے ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ ہمیں افسوس ہے کہ وہ ایک غلط فہمی کا نتیجہ تھا۔ اب خود شاخ کا ایک اعلان شائع کیا جا رہا ہے اور ہم اس بات کا اعلان کر دینا چاہتے ہیں کہ مرکز کو انجمن کی اپنی شاخ امروہہ پر پورا اعتماد ہے۔

(اڈیٹر)

بلند شہر میں مخالفِ اردو محاذ

بخدمت اڈیٹر صاحب "ہماری زبان" علی گڑھ

گزارش ہے کہ میں اپنی ایک دکھ بھری کہانی دیگر مندرجہ ذیل امور پر مشتمل عرضداشت جناب کے روبرو پیش کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) یہ کہ میں ماہ جولائی ۱۹۳۲ء سے ڈی۔ اے۔ وی انٹر کالج، بلند شہر میں بطور اسسٹنٹ اردو فارسی ٹیچر کے کام کر رہا ہوں۔

۲۔ یہ کہ میں نے جولائی ۱۹۴۸ء سے (LANGUAGE TEACHERS) کا سینڈ ریٹری اسکیل آف پے منظور کیا اور اس کے ماتحت میرا باقاعدہ ایگریمنٹ بھی ہے۔

۳۔ یہ کہ مجھ کو فروری ۱۹۴۹ء سے A-۱۲۰۵/۲۷-۱۲۴-۴۴ تا ریخ ۲۴ مارچ ۱۹۴۹ء کے ماتحت ریفریشر کورس کی ٹریننگ حاصل کر لینے کے بعد ایل۔ ٹی۔ اسکیل آف پے ملا۔ اور تب سے میں اسی اسکیل میں کنفرمڈ ٹیچر کی حیثیت سے کام کر رہا ہوں دیگر جولائی ۱۹۵۱ء سے میری بیس سال کی سروس پر سرکار سے ایک ترقی اسی اسکیل یعنی ایل۔ ٹی اسکیل میں ملی ہے۔

۴۔ یہ کہ ری آرگنائزیشن آف ہائر سیکنڈری اسکیم کے لاگو ہونے سے ۱۹۴۸ء تک اتر پردیش سے اردو لازمی زبان کے درجے سے ختم ہو گئی اس کا اثر یہاں بھی ہوا اور اردو کے تھوڑے طالب علم یہاں رہ گئے جن کے باوجود عرض معروض کرنے پر بھی انہیں اردو نہیں دی اور اس طرح یہاں سے اردو ختم کر دی گئی۔

۵۔ یہ کہ مندرجہ بالا اسکیم کے لاگو ہوتے ہی اسکولوں اور کالجوں کی انتظامیہ کمیٹیوں نے اردو ٹیچروں کو نکالنا شروع کر دیا مگر ان کے تحفظ کے لئے ڈائرکٹر آف ایجوکیشن کے یہاں سے (۳) 23-۲۱۷/43 & 91/4 حکم صادر ہوا جس میں اردو ٹیچران کی ملازمت کو ختم نہ کرنے کا حکم تھا دیگر اس حکم نامے میں یہ بھی تھا کہ ان اردو ٹیچروں کو اس کام پر لگا دیا جائے جس کے کرنے کے وہ قابل ہیں۔ چنانچہ تب سے آج تک میرا ٹائم ٹیبل مندرجہ ذیل رہا ہے اور اس طرح میری سروس کالج میں مکمل و مقید رہی ہے۔

1951–1952 VII ENG, MATHS, HINDI

VII SOCIAL STUDIES.

V GEN-SCIENCE,

1952–1953 VII ENG MATHS, GEOG

VIII MATHS GEN-SCIENCE

XI ELE, HINDI,

1953–1954– VII ENG, MATHS

VII SOCIAL STUDIES.

X ELE ENG-

1954–1955 VIII ENG

X ELE-ENG.

VII MATHS-

VI MATHS, SPINNING

۶۔ یہ کہ اس سال ۱۹۵۴ء کے امتحانات ہائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ کے نصاب میں اردو پھر شامل کی گئی ہے۔ ماہ جولائی میں جب کالج کھلا اور نیا ٹائم ٹیبل بنا تو میں نے پرنسپل کالج سے کریکیولم کے مطابق اردو کو ٹائم ٹیبل میں رکھنے کی التجا کی۔ انہوں نے اردو کو ٹائم ٹیبل میں جگہ بھی دی۔ مگر ممبران کمیٹی دیگر منیجر صاحب نے پرنسپل پر دباؤ ڈالا اور لوکل اخبارات میں بھی شائع کیا کہ ہم اردو کو کالج میں نہیں ہونے دیں گے۔ اس کے بعد اردو ٹائم ٹیبل سے نکال دی گئی۔ میں نے اس پر زور دیا۔ بازپرس کی دیگر معاملہ کو آگے بڑھانا چاہا۔ اس پر کمیٹی نے ۲۰ جولائی ۱۹۵۴ء کو ایک ریزولیوشن اس امر کا پاس کیا کہ چونکہ اردو ۱۹۴۸ء سے ہمارے کالج میں ختم ہو گئی ہے (حالانکہ ۱۹۵۲ء تک انٹر کالج کا پیج گیا ہے) اس واسطے میری تنخواہ ایک سو چھپن (۱۵۶) روپیہ ماہوار سے گھٹا کر صرف باسٹھ (۶۲) روپے ماہوار کر دی جائے۔

۷۔ اس امر کی کوئی اطلاع مجھے نہیں دی گئی۔ ۱۴ ستمبر کو میں نے یہ خبر افواہاً سنی تو میں نے منیجر صاحب سے تحریری پوچھا۔ مگر پھر بھی مجھے کوئی اطلاع نہیں دی گئی۔ ۱۰ ستمبر کو جب مجھے ماہ جولائی کی تنخواہ ملی تو حقیقت کھلی۔ میں نے پھر ایک عرضداشت کے ذریعے ریزولیوشن کی نقل مانگی مگر نہیں دی گئی۔ ۲۴ ستمبر کو میں نے پریسیڈنٹ کمیٹی کو لکھا ان کے حکم پر مجھے ۱۹ ستمبر کو ریزولیوشن کی نقل ملی۔

۸۔ اس ریزولیوشن کی بنیاد ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف اسکولز کا ۱۹ ستمبر ۱۹۴۸ء کا ایک خط بتلایا جاتا ہے جس کو کمیٹی نے ۲۵ جولائی کے پیشتر کبھی لاگو کرنے کی فکر نہیں کی تھی۔ مگر جیسے ہی میں نے اردو کو دوبارہ کالج میں لانے کی کوشش کی اس خط کا تیر مجھ پر محض اس خیال سے چلایا گیا کہ میں اس قلیل تنخواہ سے تنگ آ کر یا تو بھاگ جاؤں یا اپنی کوششوں سے باز رہوں۔

۹۔ یہ کہ گیارہویں جماعت کے کوئی پندرہ طلباء نے اردو لینا چاہی ... مگر یہ بتلا یہ کہہ کر ان کی عرضداشت کو نامنظور کر دیا گیا کہ اگر اردو پڑھنا ہے تو ہمارے یہاں سے سارٹیفکٹ لے لو جبکہ کالج کو اردو زبان میں رکوگنیشن حاصل ہے دیگر اردو ٹیچر زندہ بھی موجود ہے۔

۱۰۔ یہ کہ گزشتہ سالوں میں بھی اردو طلباء کی عرضیوں کو اس طرح سے نامنظور کیا جاتا رہا ہے۔ ماہ اگست کے رسالہ فروغ اردو میں ایڈیٹوریل کو پڑھ کر مجھے حوصلہ ہوا کہ یہ سب عرضداشت آپ کے روبرو پیش کروں

چنانچہ مندرجہ بالا سطور میں اپنی وتیز اردو کی دکھ بھری کہانی پیش ہے۔

اب التماس یہ ہے کہ کالج کی انتظامیہ کمیٹی کی طرف سے جو ظلم میرے اوپر کیا گیا ہے۔ وہ محض اس وجہ سے کہ میں اردو ٹیچر ہوں اور اردو کا حامی ہوں۔ اس لئے آپ اس معاملہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر اردو و اردو ٹیچران و اردو طلبا کی مدد فرمائیں۔ طلبا جو آپ کی مدد کے خواستگار ہیں۔ انہیں مدد پہنچائیں۔ اردو کو مردہ ہونے سے بچا کر دنیا کی زندہ زبانوں کی صف میں کھڑا کرنے کی کوشش کریں و نیز ہم جیسے بوڑھے ٹیچروں پر جو ظلم ہو رہے ہیں اس کا انسداد فرمائیں۔ فقط

خادم ادب

مورخہ ۶ر اکتوبر ۱۹۵۳ء بابو رام گپتا۔ اردو ٹیچر

ڈی۔ اے۔ وی۔ انٹر کالج۔ بلند شہر

تبصرے

ترقی کا راز

یہ ۳۳ صفحوں کی چھوٹے سائز کی چھوٹی سی کتاب پرم دیال مہرشی شیو برت لال جی مہاراج ایم۔ اے ایل۔ ایل۔ بی کی تصنیف ہے جس کو ہندی رسالہ "شیہ جو" کے لائق ایڈیٹر منشی لال گوکل صاحب آنریری مجسٹریٹ علی گڑھ نے شائع کی ہے جو صرف ۔ آنے میں دیال کیپا وئنڈ پیچ جاما جی۔ واٹر ورکس روڈ علی گڑھ سے مل سکتی ہے۔

اس کتاب کا ایک نام اور بھی ہے "جیسا خیال ویسا اعمال" اور کتاب میں اسی کی مکمل تشریح کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ انسانی کمال کے لئے یکسوئی اور ارادے کی مستقلی کس قدر ضروری ہے۔

دیباچے میں گوکل صاحب نے انسانی فرائض کی جامع تشریح کی ہے اور ترقی کے راز بتائے ہیں۔ کتاب لائق مطالعہ اور مفید نتائج کی حامل ہے۔

فن شاعری

ملنے کا پتہ: کتب خانہ انجمن ترقی اردو جامع مسجد دہلی ملا

قیمت مجلد دو روپے

اس کتاب کے مرتب اخلاق دہلوی صاحب ہیں۔ جنہوں نے کافی محنت اور کاوش سے طلبہ کے لئے معلومات کا سرمایہ فراہم کیا۔

خواجہ عبدالرؤف عشرت لکھنوی مرحوم نے بھی شاعری کی پہلی، دوسری اور تیسری اور چوتھی کتاب شائع کی تھی جس میں شاعری کے ضروری اجزا سے بحث کی گئی ہے۔ کتاب کا نام "فن شاعری" اپنے موضوع سے مطابق نہیں ہے

سنگم

ملنے کا پتہ: دفتر ماہنامہ سنگم۔ جامعہ نگر۔ نئی دہلی

قیمت سالانہ دو روپے۔ فی پرچہ تین آنے

سنگم بچے اور بچیوں کا ماہانہ رسالہ ہے۔ جو کافی غور و فکر کے ساتھ مرتب کیا جاتا ہے تاکہ پڑھنے والے بچوں اور بچیوں کی تہذیب میں ترقی کی روشنی داخل ہوتی رہے۔ اور ان کی اخلاقی پاکیزگی ان کی زندگی کا حسن بن جائے۔

زبان صاف ستھری اور صحیح استعمال کی جاتی ہے۔ جس کی طرف آج کل بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔

رسالے کے ایڈیٹر خواجہ ذکی اللہ پانی پتی اور نگراں خواجہ حافظ فیاض احمد صاحب ہیں اور خواجہ حالی مرحوم کی دونوں بھتیجیاں خواجہ اور پانی پت ان میں اپنا کام کر رہی ہیں۔

(قاضی محمد عبد الغفار پرنٹر پبلشر نے نیشنل پرنٹرس کمپنی میں چھپوا کر مرکزی انجمن علی گڑھ سے شائع کیا)